کرنے لگے۔ اس دوران وہ کھانا پانی بھی بھول گئے تھے۔ سامان ترتیب دینے کے بعد وہ دوبارہ تصوراتی پرواز کرنے لگے۔

'کچی کلی کی طرح بیوی' یاد آنے لگی۔ چندر کلا، پھول کی طرح، بڑی سالی، گلاب کے پھول کی طرح، سلیج کنول کی مانند دودھ کری اور سورج مکھی کی طرح مالدہ والی۔ یکے بعد دیگرے سب ان کی نظروں کے سامنے گھومنے لگیں۔ وہ سوچنے لگے سسرال کیا ہے؟ ایک خوبصورت باغ! ایک بہت اونچا بڑا گملا! جس میں رنگ برنگ کے پھول کھلتے رہتے ہیں۔ کوئی چھوٹا کوئی بڑا۔ جو من میں آئے توڑ لیں یا سونگھ کر چھوڑ دیں۔

اسی دوران مدھوکانت بابو کی سماعت سے فلمی گیت کی آوازیں ٹکرانے لگیں۔ ان کے تصور میں رنگین پر لگ گئے۔ ہم بھی سسرال پہنچ کر اسی طرح کے گیت بجائیں گے چاروں طرف سے چنچل لڑکیاں ہمیں گھیر لیں گی کوئی نرم و نازک انگلیوں سے گراموفون کی سوئی باہر نکالے گی۔ کوئی چوڑیاں کھنکناتے ہوئے چابھی گھمائے گی۔ کوئی اپنے آنچل سے ریکارڈ پونچھ کر ہمارے ہاتھ میں دینے آئے گی اور ہم انگریزی گیت بجانے لگیں گے۔ تب لڑکیاں بولیں گی، 'ہم لوگ انگریزی گیت نہیں سمجھتے ہیں۔ ہندی گیت بجایئے۔ تو ہم شان سے کہیں گے کہ ہم ہندوستانی گیت پسند نہیں کرتے ہیں۔

مدھوکانت کا تصوراتی پرواز دراز کرتا گیا۔ وہ سوچنے لگے — ہنسی مذاق کے ماحول میں جب رات زیادہ گزر جائے گی تو نوبٹھو والی دور سے اپنی بیٹیوں سے کہے گی — 'رات بھر تم لوگ ہنسی مذاق میں ہی گزاروگی یا داماد بابو کو کچھ کھلاؤ گی پلاؤ گی بھی؟ صرف تم لوگوں کے دیکھنے سے ان کا پیٹ نہیں بھر جائے گا۔'

تبھی ودھ کری دائی دسترخوان بچھا کر کھانا سجانے لگے گی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس طرح تو ہم نہیں کھاتے۔ ہم لوگ تو ٹیبل پر کھاتے ہیں۔ پھر اچانک بجلی کے باب کی طرح ریشمی طشتری میں مل پوا لے کر آئے گی۔ مالدہ والی بھی طشتری میں ملائی سجا کر پہنچے گی ہم تھوڑا مل پوا لے کر کہیں گے بس بس! اب خواہش نہیں ہے۔ تبھی ریشمی چھم چھم کرتی بولے گی۔ ایسے کیسے ہوگا؟ اتنا شرماتے کیوں ہیں؟ وہ زبردستی ہمارا ہاتھ پکڑ کر مل پوا کی طرف لے جائے گی۔ ہم تھوڑا چھو کر ہاتھ ہٹالیں گے۔ تب یکایک آنچل کو سنبھالتی ہوئی مالدہ والی رس سے چھلکتا ہوا ملائی کا پیالہ آگے بڑھاتے ہوئے بولے گی آہا! ابھی تو ملائی باقی ہی ہے۔ وہ مل پوا اور رس ملائی کو ملا کر ہمیں اپنے ہاتھوں سے کھلانے لگے گی۔ واہ! کتنا مزہ آئے گا۔

اب مدھوکانت بابو جذباتی انداز میں ہولی کے تصور میں گم ہوگئے۔ جب چنچل لڑکیاں ہولی کھیلنے آئیں گی تو انہیں ہم رنگ سے نہادیں گے۔ وہ آنکھ بند کر کے ہولی کی رنگ رلیوں میں مست ہوگئے۔ کئی طرح کی رنگین تصویریں ان کے تصور میں ابھرنے لگیں۔ انہیں سسرال میں چار راتیں گزارنی ہیں جن میں یہ سب کام انہیں کرنا ہے۔ کون سی چیز کہاں استعمال ہوگی۔ کس وقت میں کون سا کام اچھا رہے گا۔ یہ سارے منصوبے بناتے بناتے رات کا زیادہ تر حصہ گزر گیا۔

صبح علی الصبح مدھوکانت بابو نے شیو (داڑھی بنائی) کیا سوٹ پہن کر آدم قد آئینہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر ہیٹ لگا کر ایک بار پھر کھو گئے۔ جب سسرال میں بچے ہمارے ٹوپ دیکھیں گے تو بھاگ جائیں گے۔ خواتین آپس میں ایک دوسرے کو متحیر ہو کر پوچھیں گی کہ یہ کون صاحب ہیں؟ تب لڑکیاں جواب دیں گی۔ یہ پھول بابو کے داماد ہیں جو اونچے پوسٹ پر ہیں۔ اسی لئے ٹوپ لگائے ہوئے ہیں۔ نڈوآر والا پاگ پہن کر جائے گا اس کو کون پوچھے گا؟

اب مدھوکانت بابو صاحب بن کر اپنے تمام تر سامانوں کے ساتھ اسٹیشن کے لئے رکشہ پر بیٹھے اور دارڈ سرونٹ کو ایک گھڑا پانی لے کر آنے کو کہا۔ میس کے کوک کو ایک چھانچھ دہی لا کر دکھانے کو کہا۔ یہ سب شگون کر کے مدھوکانت سسرال کے لئے روانہ ہوئے۔ وہ ۱۱ بجے گھوگھر ڈیہا اسٹیشن پر اترے۔ یکہ والے نے کہا کہ دو بجے تک ہم آپ کو سسرال پہنچادیں گے۔ یہ سن کر مدھوکانت بابو کو خوشی نہیں ہوئی۔ انہوں نے سوچا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے سسرال نہیں جانا چاہئے۔ رات کی تاریکی میں سسرال پہنچنے پر ڈرامائی اثر پڑتا ہے۔ دن کی روشنی میں رومانس نہیں آتا۔ اور پھر یہ صاحب والا ڈریس! ٹک ٹک کرتے یکہ پر بیٹھے دیکھ کر لوگ کیا کہیں گے۔ یہ سوچ کر مدھوکانت بابو نے یکہ بان کو ناشتہ کرایا اور نقد انعام کا لالچ دے کر دن بھر روکے رکھا۔ جب شام ہوئی تو رومانس سے بھرے سسرالی سفر کی تیاری شروع کردی۔

اب جب یکہ بان یکہ میں گراموفون لادنے لگا تو سوٹ کیس رکھنے کی جگہ نہیں بچی۔ جب سوٹ کیس لادا گیا تو بیٹھنے کی جگہ نہیں رہی۔ کسی طرح ایڈجسٹ کیا گیا۔ جب مدھوکانت بابو یکہ پر بیٹھے تو چھ گھنٹے سے گرمایا ہوا گھوڑا اپنی کرامت دکھانے لگا۔ یکہ بان کے تین بار آواز لگانے پر گھوڑا صرف ایک قدم آگے بڑھا اور جب دوسرا قدم آگے بڑھایا تو فوراً ہی چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔ چابک لگانے پر جس طرف گڈھا دیکھا اسی طرف جانے کی

کوشش کرنے لگا۔ نتیجتاً کوس بھر جاتے جاتے رات گزر گئی۔ مدھوکانت بابو نے سوچا کہ اگر یہ حال رہا تو سارا رومانس راستہ میں ہی دھرا رہ جائے گا۔

اب مدھوکانت بابو کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ لیکن گھوڑا کو کون سا سسرال جانے کی دلچسپی تھی وہ ایک شاہراہ پر جا کر اڑ گیا۔ مدھوکانت بابو نے یکہ بان کو کہا کہ لگاؤ چار کوڑے۔ کوڑے لگنے کے بعد گھوڑے نے دونوں پاؤں جھاڑنا شروع کیا۔ اب صاحب بہادر قوت برداشت کھو بیٹھے اور غضبناک ہو کر گھوڑے کو ایک بوٹ لگایا۔ بوٹ لگتے ہی گھوڑا یکہ لے کر الٹ گیا۔ صاحب بہادر آسمان سے زمین پر آ گئے۔ گھوڑا اپنا لگام توڑ کر سرپٹ بھاگ چلا۔ ادھر صاحب بہادر نیچے، اوپر گراموفون کے ریکارڈ کا ڈبہ، اس کے اوپر یکہ بان اور اس کے اوپر یکہ۔ یہ نقشہ دو تین منٹ تک بنا رہا۔

صاحب بہادر پر ایسی بجلی گری کہ آئرن کیا ہوا سوٹ خاک آلود۔ اس پر طرہ یہ کہ ریکارڈ چور چور ہو کر ان کے سارے منصوبے کو چکنا چور کر گئے۔

دو منٹ کے بعد یکہ بان باہر نکل کر پریشان صاحب بہادر کو بھی باہر نکالنے میں کامیاب ہوا۔ پچکے ہوئے لیدر سوٹ کیس کو کھول کر جب ٹارچ سے دیکھا گیا تو عنبر اور آب گلاب کی ملاوٹ نے کپڑوں کو رنگین کر دیا تھا۔ عطر کی شیشیاں ٹوٹ پھوٹ کر بریسری کو معطر کر رہی تھیں۔ صاف شفاف دھوتیوں پر شمپو اور سہاگ بندیوں نے مل کر دلچسپ نقاشی کر دی تھی۔

مدھوکانت بابو پر سکتہ طاری تھا۔ وہ بڑی حسرت سے ان ٹوٹی پھوٹی چیزوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ جن چیزوں کو وہ اپنے ہاتھ سے استعمال کرنا چاہتے تھے وہ سب بھگوان نے خود ہی کر دیا تھا۔ اپنے بنائے ہوئے پروگرام کو وہ عملی شکل نہیں دے سکے۔

ادھر یکہ بان جھمیلی ساؤ نے اپنے ٹوٹے ہوئے یکہ کو دیکھتے ہوئے کہا، 'یکہ تو بیکار ہو گیا۔ ایک پہیہ بھی ٹوٹ گیا۔' یہ کہہ کر وہ اپنے بھاگے ہوئے گھوڑے کی تلاش میں نکل پڑا۔ اب صاحب بہادر کو آسمان پر تارے نظر آنے لگے فوراً ہی وہ یکہ بان کی طرف متوجہ ہو کر برس پڑے۔ 'ایڈیٹ ادھر کہاں جاتا ہے؟ تم نے ہمارا پانچ سو روپئے کا نقصان کیا ہے۔ ہم تمہیں پکڑ کر تھانہ لے جائیں گے۔ تمہارے خلاف ڈیمیج سوٹ (ہرجانہ کیس) دائر کریں گے۔ جانتے نہیں تم کہ ہم کون ہیں؟'

جنگلوں کو صاف کرنے جیسے اہم کام انجام دیتے تھے۔

لہذا ایسا بے وقوف کون ہوگا جو صرف ایک درخت کاٹنے کے لئے جیل جائے۔

ڈگا عیاری سے ہنسا۔ 'تم اس سلسلے میں پریشان نہ ہو۔' اس نے دوسروں سے کہا۔ بہ ہر حال وہ حرف آشنا تھا اور بہت سے دور دراز مثلاً جمشید پور، چائباسہ، مدنی پور اور بانکورا کے ضلع جیل میں رہ چکا تھا۔

بشال بابو کو یقین دلایا گیا کہ جب وہ واپس آئیں گے اس وقت تک یہ کام پورا کیا جا چکا ہوگا۔ آپ بے فکر ہو جایئے، انتخابی جلسے کیجئے۔ ہم کو پیسے دیجئے۔ جب آپ واپس آئیں گے تو آپ درخت کو وہاں نہیں پائیں گے۔

'اس بات کو یقینی بناؤ کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی بھنک بھی رام ہلدر کو نہ لگے۔'

'کیوں کیا وہ آپ کو ٹرک نہیں دے رہا ہے؟'

'ہاں لیکن اس کے باوجود وہ بڑا ہنگامہ مچا سکتا ہے۔ لہذا تم اس بات کا خیال رکھو کہ ضلع کے باہر کسی شخص کو یہ خبر نہ ملے۔'

'اچھا، بابو۔'

ظاہری طور پر سیاست داں مختلف جھنڈے لہراتے ہیں مگر وہ اندرونی طور پر شیر و شکر ہوتے ہیں۔ جب کام کی بات ہوتی ہے تو ان میں مفادات کا کوئی تصادم نہیں ہوتا۔

'بشال بابو، آپ نے بے وقوف شاہروں کو بہت سے سبق سکھائے ہیں، وہ اسے غیر رسمی تعلیم کہتے ہیں۔'

عوامی جلسوں میں دو مخالف جماعتیں ایک دوسرے کو گالیاں دیں۔ ان کے ممبران یہ نہیں سمجھتے ہیں۔ گالیاں، چھوٹے موٹے جھگڑے اور کبھی کبھی قتل و غارت، یہ سب سیاسی نظام کا حصہ ہیں۔ ارجن کے درخت سے متعلق پیدا ہونا لازمی تھا مگر کتنے لوگ تھے جو واقعی رام ہلدر کی حمایت کرتے۔ پورے گاؤں پر بشال مہتو کا سکہ چلتا تھا۔

بشال بابو نے سوچا کہ قصبہ جانا واقعی باعث پریشانی ہے۔ راستے میں بازاروں اور عوامی ہالوں میں تقریر کرنا اور اجتماع میں شرکت کرنا ہوتا۔ قصبے میں بھی کتنے کام کرنے پڑتے۔ موپڈ کی لائٹ ٹھیک کرانا، ایک نئی لالٹین، بیوی کے لئے نئی شال اور کچھ دوائیں خریدنا!

اپنے سفر سے پوری طرح مطمئن بشال مہتو باندھی واپس آ رہے تھے۔ دونوں کا مسئلہ حل کیا جا چکا تھا۔ اے

بھریا نے خوفزدہ ہوکر کانپتے ہوئے کہا، 'سرکار! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اس ویرانے میں دور تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ یہ سامنے والی گاچھی ہے جہاں بھوت پریت کا بسیرا ہے۔ یہ اسی کی کارروائی ہے۔ اب تو ہم لوگوں کی جان بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔'

نڈر آروالا نے بھریا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ 'ارے یہ بھوت پریت کیا ہوتا ہے؟ کوئی یکّہ اس راستے سے ابھی گزرا ہے۔ دیکھو اس کے پہیے کا نشان! شاید اسی سے یہ سامان نیچے گر گیا ہے۔ ہمارے ہم زلف بھی تو آنے والے تھے۔ ممکن ہے، یہ سامان انہیں کا ہو!' یہ کہہ کر وہ سوٹ کے پاس گیا ادھر ارہر کے کھیت میں چھپے مدھوکانت بابو کا دل دھک کر کانپنے لگا۔

سوٹ کیس دیکھ کر نڈر آروالا نے کہا۔ 'نہیں! یہ سامان ان کا نہیں ہے۔ سوٹ کیس پر 'این۔ جھا' لکھا ہوا ہے۔ ان کا نام تو مدھوکانت ہے۔'

مدھوکانت نے یہ سن کر چین کی سانس لی۔ لیکن نڈر آروالا نے اپنی جانچ جاری رکھی۔

'یہ کسی چور کا کام ہوسکتا ہے جو ہم لوگوں کی آہٹ پر فرار ہوگیا ہے۔ لیکن اتنی جلدی جائے گا کہاں؟ کہیں اسی ارہر کے کھیت میں تو نہیں چھپا ہے؟' نڈر آروالا نے بھریا سے کہا۔

یہ سن کر مدھوکانت بابو ارہر کے کھیت میں مزید دوری بناتے ہوئے اس کے گھنے حصہ میں جا چھپے۔

ادھر نڈر آروالا نے جب سوٹ کیس کھول کر دیکھا تو عطر کی شیشیوں کے ٹوٹے پڑے ڈبوں سے ان کا دماغ باغ باغ ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب کسی کے ہوں لیکن اب یہ لاوارث ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے زور سے آواز لگائی۔ 'جس کا سامان ہے وہ لے جائے ورنہ وہ اسے گھر لے جائیں گے۔' جب انہوں نے بھریا کو چنگیرا کے نیچے سوٹ کیس اور دہی کے مٹکا کے نیچے گراموفون رکھنے کو کہا۔ 'جب یہ سب چیزیں بھگوان نے دی ہیں تو کیوں چھوڑ دی جائیں۔'

بھریا نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اس نے سبھی سامانوں کو اپنی سواری پر رکھا اور مدھوکانت بابو کے سینے پر سانپ لوٹتا ہوا چھوڑ کر چل دیا۔ مدھوکانت بے بسی کے ساتھ اپنے اسباب کو لٹتا ہوا دیکھتے رہے۔ رات کی تاریکی میں ارہر کے کھیت میں پڑے وہ سوچ رہے تھے۔ ہائے قسمت! مشکل سے جمع کیے گئے ان کے سامان جن کے سہارے سسرال میں انہیں اپنی انگریزی شان بگھارنا تھا۔ کس طرح وہ دوسرے کے ہاتھ لگ گئے! وہ بھی ان کے حریف

ABDEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

سہیلیاں سب جمگھٹ لگائیں گی اور سبھی ہم سے لپٹیں گی تب نڈوآر والا کے پاس بھلا کون بیٹھے گا؟ اور کیا کیا سسرال لے جایا جائے کہ وہاں صرف میرا ہی رنگ جمے۔' انہوں نے سوچا کہ ہاتھ منہ دھونے کے لئے ایک صابن اور ایک ٹوتھ برش بھی لے لینا چاہئے۔ اس لئے کہ سسرال میں خادمہ جب داتون (مسواک) لے کر آئے گی تو ہم اسے ڈانٹ کر کہیں گے۔ 'یو سیلی گرل! (گنوار لڑکی) برش لاؤ۔'

اب ان کے ذہن میں خیال آیا کہ سسراں کے لئے سندیش (تحفہ) میں کیا کیا لیا جائے۔ ہم تو نڈوآر والا کی طرح دیہاتی نہیں ہیں جو کھیر، پوری، کیلا اور دہی وغیرہ لے کر جائیں گے۔ چھی چھی کیسے دیہاتی لوگ دنیا میں ہوتے ہیں۔ ہم تو یہاں سے ایسی ایسی انگریزی مٹھائی لے کر جائیں گے جو وہاں کبھی کسی نے دیکھا ہی نہیں ہوگا۔ جام، جیلی، چاکلیٹ وغیرہ۔

مدھوکانت بابو نے سسرال میں کھانے کے وقت ہاتھ کی بجائے چھری کانٹا استعمال کرنے کی بات بھی سوچی۔ اور چھری کانٹا خرید لیا۔ پھر سوچنے لگے کہ سسرال کی خواتین کی آنکھیں یہ سارے لوازمات دیکھ کر چمک اٹھیں گی۔ وہ رات کے وقت کوٹھری بند کر کے تمام چیزوں کو پھیلا کر اور دیکھ دیکھ کر خوش ہونے لگے۔ رنگ برنگ کے شیشیوں، ڈبوں اور پیکٹ سے کمرہ جگمگا رہا تھا متعدد قسم کی عطر کی شیشیاں گھر کو معطر کئے ہوئے تھیں۔

اب ایک بار پھر مدھوکانت بابو آنکھ بند کر کے تصوراتی اسکرین پر سسرال کو دیکھنے لگے۔ خوبصورت دوشیزائیں، چمیلی، انارکلی اور مالدہ والی سبھوں کی تصویریں نظروں کے سامنے ناچنے لگیں۔ ابھی وہ تصور میں کھوئے ہی تھے کہ اچانک چوکھٹ پہ دستک ہوئی۔ انہوں نے فوراً سامنے پڑے بریسری پر 'چمبرس ڈکشنری' رکھ کر کواڑ کھول دیا۔ سامنے سپرنٹنڈنٹ کھڑے تھے۔

سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا، 'یور مدر از سیریسلی ال؟ وہاٹ از دی سفرنگ فرام؟' (تمہاری ماں بیمار ہیں، ان کو کیا ہوا ہے)۔

مدھوکانت بولے، 'فرام اپنڈیسائیٹس سر۔' (ان کی آنت کے اندر زخم ہو گیا ہے)۔

سپرنٹنڈنٹ: 'دن یو آر لیونگ بائی دی مارننگ ٹرین۔' (تب تو تم صبح کی گاڑی سے جانا چاہتے ہو۔)

مدھوکانت: یس سر (جی ہاں)

سپرنٹنڈنٹ کے جانے کے بعد مدھوکانت بابو نے ایک بار پھر کواڑ بند کیا اور وہ اپنے سامان کو درست

پنجابی نظم : امریتا پریتم

وارث شاہ سے

آج وارث شاہ سے کہتی ہوں
اپنی قبر سے بولو!
اور عشق کی کتاب کا
کوئی نیا ورق کھولو

اے دردمندوں کے دوست
پنجاب کی حالت دیکھو
چوپال لاشوں سے اٹا پڑا ہے
چناب لہو سے بھر گیا ہے

اس زرخیز دھرتی سے
زہر پھوٹ نکلا ہے
دیکھو سرخی کہاں تک آ پہنچی
اور قہر کہاں تک آ گیا

جہاں پیار کے نغمے گونجتے تھے
وہ بانسری جانے کہاں کھو گئی
اور رانجھے کے سب بھائی
بانسری بجانا بھول گئے

وارث شاہ! میں تم سے کہتی ہوں

میتھلی کہانی: ہری موہن جھا

ماخوذ

انگریزیا بابو

مدھوکانت بابو نے جب کالج میں داخلہ لیا تو خواہش ہوئی کہ وہ سوٹ بنوائیں جب سوٹ بن کر تیار ہوا تو انہیں شوق ہوا کہ وہ اسے پہن کر سسرال جائیں۔ ہولی کے چار دن پہلے جب ڈاکیہ نے ان کو ایک لفافہ دیا تو انہیں یہ سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی کہ اب سسرال جانے کا موقع آ گیا ہے وہ کمرے کو بند کر اچھلنے اور تڑپتے دل سے اپنے دیوتا کو یاد کرنے لگے اس خوبصورت خط میں لکھا تھا: 'ہولی میں ضرور آئیں۔ تندا آروااا کے آنے کی بھی خبر ہے اگر آپ نہیں آئیں گے تو رنگ میں بھنگ ہو جائے گا۔'

خط پڑھنے کے بعد مدھوکانت بابو نے فوراً ہاسٹل پرنٹنڈنٹ سے مل کر ایک درخواست سونپی کہ ان کی ماں بستر مرگ پر ہے اس لئے وہ آئندہ سات دنوں تک ہاسٹل میں رہنے سے معذور ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے ایک دوست سے بیس روپئے قرض لئے کہ ماں بیمار ہے، اس کے لئے گلوکوز، بدانہ اور ہارلکس لے کر مجھے گاؤں جانا ہے۔ روپئے لے کر مدھوکانت بابو سیدھا نیو مارکٹ گئے اور وہاں انہوں نے اسنو، کریم، پاؤڈر، آب گلاب، کُم کُم اور پچکاری بھی خریدی تبھی انہیں کپڑے کا خیال آیا دوڑے ہوئے فینسی اسٹور گئے۔ وہاں انہوں نے ساڑی اور بریسری پسند کیا۔ قیمت بھلے ہی ان کی پینتالیس روپے تھی۔ لیکن یہ روپئے کہاں سے آئیں گے؟ مدھوکانت کے پاس اب پیسے نہیں تھے۔ وہ ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ چھچھ لال داس کے کمرہ میں گئے اور نہایت غم زدہ شکل بنا کر تنہائی میں بولے، 'داس جی ایک انتہائی ضروری کام سے آپ کے پاس آیا ہوں۔'

داس جی میس کے منیجر تھے۔ کس سے کتنا وصول کیا اور کس کے پاس کتنا باقی ہے، جیسے جوڑ گھٹاؤ میں الجھے تھے۔ بولے، 'کون کام ہے؟ آپ کے نام تو کچھ بقایا بھی ہے۔'

مدھوکانت بولے، 'ہمارے گاؤں سے ایک چٹھی آئی ہے۔ کچہری میں چھیالیس روپے پندرہ آنہ داخل کرنا ضروری ہے ہمارا منی آرڈر کل تک آجائے گا ابھی آپ میس کے اکاؤنٹ سے ہمارا کام چلا دیں۔ منی آرڈر آتے ہی

مراٹھی نظم : ارون کولہٹکر

مترجم: صادق

دیئے

کہیں سے کچھ سڑنے کی بو آ رہی تھی
اور میں جیب سے رومال نکالنے والا تھا
کہ میری چھوٹی انگلی نیچے گر گئی
اسے میں نے دوسرے ہاتھ سے اٹھالیا
تو ناک ہی نکل کے آ گئی رومال کے ساتھ
جسے رومال میں لپیٹ کر
میں نے جیب میں ڈال لیا

پھر بھی کہیں سے کچھ سڑنے کی بو آ رہی تھی
اس لئے میں نے جیب ہی جیب میں ناک سکوڑی
اور دیکھنے ہی والا تھا کہ
چھوٹی انگلی میں کیڑے تو نہیں پڑ گئے
اسی وقت دیئے بجھ گئے

ترادوئی شادی کے کارڈوں کے ڈھیر کے پاس بت بنی سی کھڑی تھی۔ وہ کئی دنوں تک اپنی جھونپڑی سے باہر نہیں آئی۔ اس کے بچے بھوک سے بے حال تھے اور بھیک مانگنے پر مجبور تھے۔

لیکن ابھی بھی وہ کالا صندوق اپنا خوفناک منہ کھولے وہاں پڑا ہوا تھا۔

ادھر ہیر ہیزری کے درخت کے نیچے کبھی ختم نہ ہونے والے انتظار میں کھڑا تھا۔

ایک صبح ترادوئی کے دونوں بچے اور ترادوئی نے جھونپڑی سے کھینچ کر اس کالے ناگ جیسے صندوق کو پھر واپس شمشان گھاٹ میں لے آئے۔ پھر اس نے اس میں آگ لگادی۔ جلے ہوئے صندوق کے کوئلے اور راکھ وہاں پوری طرح بکھرے پڑے تھے۔

ترادوئی دوسری صبح اپنی جھونپڑی سے باہر آئی۔ اس نے کسی بھی طرح کی چادر اپنے جسم پر اوڑھ نہیں رکھی تھی۔

ہیر نام کا وہ آدمی جو ہمیشہ ہیزری کے درخت کے نیچے کھڑا گھنٹوں اس کا انتظار کرتا تھا، وہ بھی اب وہاں نہیں تھا۔

مختصر سوالات

1. ترادوئی کہاں رہتی تھی؟
2. صبح سویرے پو پھٹنے کے قبل ہیزری کے درخت کے نیچے روز کون آکر کھڑا ہو جاتا تھا؟
3. شراب کے نشہ میں اپنی تیز رفتار گاڑی سے کس نے دو آدمیوں کو کچل ڈالا تھا؟
4. سیاہ رنگ کا نالی صندوق ترادوئی کو کہاں ملا تھا؟
5. اچانک رات میں ترادوئی کے دروازے پر کس نے ٹھوکر ماری؟
6. ترادوئی کے بھائی کا کیا نام تھا؟ اور وہ کیا کرتا تھا؟
7. چھوٹے کنور کا حادثہ کہاں اور کیسے ہوا؟
8. چھوٹے کنور کی لاش کو شمشان گھاٹ میں کس چیز میں لایا گیا؟
9. ترادوئی کے بچوں کو کس نے کچھ سکّے دیئے؟

اڑیا نظم : سیتا کانت مہاپاترا

بارش کی ایک صبح

دیکھو پھر برسات کا موسم آیا ہے
مینہ برسے گا اب تو ایک پل رکے بغیر
گونج اٹھا ہے ابر سیہ کا بگل، تو صبح
تنہا دوشیزہ کی طرح لرزتی ہے
بار بار کے ابر گریاں کے نازک
لمس سے میرے دروازے پر ٹنگی ہوئی
نام کی تختی سے مٹ جاتے ہیں کچھ حرف
ایک بچہ بارش میں سرتاپا
اپنے مکتب کو تنہا ہی جاتا ہے
بند ہیں گاؤں کے در اور در یچے یوں
جیسے اس میں کبھی کوئی چھپر ہی نہ تھا
گویا بارش کی یورش سے گھبرا کر
بھاگ چکے ہیں اس گاؤں کے سارے لوگ
اور بادلوں کی ملہار کی بھٹی سے
گونج رہی ہے رعد کی گرج ہواؤں میں
کون لوگ سوئے ہیں ان کاشانوں میں
بے پرواماں باپ، آسودہ خاطر وقت؟

کے کپڑے بھی نوچ لے جائیں اور اسے ننگا کر دیں۔ بس ہر کسی کی نگاہ اس کی جھونپڑی میں پڑے ہوئے اس کالے صندوق پر تھی۔

ترادوئی جھونپڑی میں واپس آئی۔ اس کے دونوں بچے سو رہے تھے۔ ان کی پسلیاں کوئی بھی آسانی سے گن سکتا تھا۔ ان کے پاجامے ان کے جسم سے ایسے لٹک رہے تھے جیسے قصائی کی دکان میں بکرے کی کھال، لیکن وہاں ان کے نزدیک وہی کالا صندوق پڑا ہوا تھا جس کو دیکھ کر ترادوئی اپنے اندر ایک طاقت محسوس کرتی تھی۔

اس نے بڑے پیار سے صندوق پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس پر کھدے ہوئے ببول کے پھول پر اپنا گال رکھ دیا۔ پھر وہ کسی طرح صندوق کے اندر داخل ہوئی اور وہیں لیٹ گئی لیکن اس نے اس کا ڈھکن کھلا رکھا۔

عجیب! واقعی عجیب و غریب! اس میں لیٹ کر اسے ایک طلسمی سکون ملا۔ پھینکنے والوں نے تو اس میں سے مردہ جسم کو الگ کر کے اسے یوں ہی پھینک دیا تھا۔ جب اس نے شمشان گھاٹ سے اس صندوق کو اٹھایا تھا تو اس میں سے خون اور برف کے کچھ ٹکڑے نکالنے پڑے تھے۔ پھر نہ جانے کیوں، وہ رونے لگی۔

ترادوئی پولس کی ایک بھاری گاڑی کی آواز سن کر چونک اٹھی۔ کتنا عجیب و غریب ہے یہ صندوق! کیسے اس بے جان صندوق سے اس کا وجود وابستہ ہو گیا تھا۔ گذشتہ رات اس نے اپنے پرانے کپڑوں کی گٹھری سے اپنی شادی والا بلاؤز نکالا تھا اور پہنا تھا۔ اس کے لباسوں میں بس یہ ہی ایک جوں کا توں بچا ہوا تھا۔ لیکن اب یہ ساز و سامان بیکار۔ اب تو لوگوں کی نگاہ میں وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی جو شمشان گھاٹ کے سہارے اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی کو کھینچ رہی تھی۔

کیا کسی کی ابھی بھی اس پر ہوس کی نگاہ لگی ہوئی تھی؟

لوگ بھی حد کرتے ہیں۔ آج کل تو لوگ ہر کسی کو جھانکتے رہتے ہیں۔ ترادوئی صندوق میں آرام سے لیٹی اپنے خیالات کی دنیا میں تھی کہ اچانک کسی نے زور سے دروازے پر ٹھوکر ماری۔ ترادوئی گھبرا کر جلدی سے صندوق سے باہر آئی۔ اس کے بھائی سومیشور کی آواز تھی۔ اس کا بھائی سومیشور پولس میں کام کرتا تھا۔

'ترادوئی! ترادوئی!'

جیسے ہی ترادوئی نے دروازہ کھولا، پولس کی وردی میں اس کا بھائی اندر داخل ہوا۔ 'مجھے ان دنوں وقت ملا ہی نہیں کہ دیکھوں تمہارا حال کیا ہے؟ آج میری ڈیوٹی ادھر لگی ہے۔'

تیلگو نظم : شیشندر شرما

انسان

دکھ کا ایک سورج ڈھلتا ہے
اور دوسرا ابھرتا ہے
بے چینی کے شعلوں کو بھڑکاتا ہے
سحر چہرے بدل بدل کر لوٹتی ہے
اشجارِ زندگی جو کل تک شبنم برساتے تھے
آج ان کے پھول شعلے اور تلوار بن گئے ہیں
کہساروں میں
ندیوں کے بھنوروں کی آوازیں بھی منجمد ہوگئی ہیں
زندہ اور مردہ مچھلیاں بے حس خوابوں کی موجوں میں بہتی رہتی ہیں
رات جو کل تک چیخ رہی تھی
کہرے کے بنے ہوئے مہین پردوں کے پیچھے
اور یاسمین کی سانسوں پر
لیکن آج چاند کی شعاعوں پر سوار ہوکر
بھوک کے وسیع کھیتوں پر سے گذرتی ہے
غیب کا ہاتھ
جس نے فطرت کے چہرے پر بہاروں کے نقوش بنائے
اب تلواروں کے گیت دہانِ زخم میں بھر رہا ہے

بشل کو اچانک خوف کا احساس ہوا۔ اس پیڑ اور ان لوگوں سے وہ واقف تھا۔ وہ انہیں بہت اچھی طرح جانتا تھا لیکن آج یہ سب لوگ بے گانے لگ رہے تھے۔

خوف ایک نامعلوم خوف اس میں سرایت کر گیا۔

مختصر سوالات

1. افسانہ 'ارجن' کس زبان میں ہے اور کس کی ہے؟ مترجم کا نام لکھئے۔
2. افسانہ 'ارجن' کے کسی پانچ کرداروں کے نام بتایئے۔
3. افسانہ ارجن کا موضوع کیا ہے؟ پانچ جملے لکھئے۔

تفصیلی سوالات

1. افسانہ ارجن کا مرکزی خیال پیش کیجئے۔
2. رام بلدر کے کردار کا جائزہ لیجئے۔
3. درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجئے۔

دانت کھٹے کرنا، ہتھیلی پر سرسوں جمانا، آنکھ دکھانا، آسمان سے تارے توڑنا، نو دو گیارہ ہونا

تو یہ وزن قدموں کی رکاوٹ بن جاتا ہے
اور منزل پر پہنچ کر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں
اس ستارہ صبح کی جانب
جو ابھی تک نہیں ابھرا ہے

مختصر سوالات

1. تلگو شاعری کے متعلق اپنی مختصر معلومات ظاہر کیجئے۔
2. شاملِ نصاب نظم 'انسان' میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے۔ مختصراً بیان کیجئے۔
3. نظم 'انسان' کے شاعر کون ہیں اور ان کا تعلق کس صوبے سے ہے؟

طویل سوالات

1. تلگو شاعری کے آغاز و ارتقا کے بارے میں ایک مفصل مضمون لکھئے۔
2. شاملِ نصاب نظم 'انسان' کا خلاصہ تحریر کیجئے۔
3. درج ذیل مصرعوں کا مفہوم واضح کیجئے

دکھ کا ایک سورج ڈھلتا ہے
اور دوسرا ابھرتا ہے
بے چینی کے شعلوں کو بھڑکاتا ہے

'مجھے سوچنے دو۔' ڈگا نے کہا۔

ان میں ڈگا کا قدرے احترام کیا جاتا تھا کہ اس نے غیر رسمی تعلیم کے مرکز پر پورے چار دن گزارے تھے اور وہ حرف پہچاننے لگا تھا۔

شابر قبیلے کے چاروں لوگ شراب اور سوچ میں ڈوب گئے۔ تیوہاروں اور شادی بیاہ کے مواقع پر وہ لوگ ڈھول تاشے بجاتے ہوئے ارجن کے درخت کے پاس جمع ہوتے۔ اگر کوئی خاص خواہش پوری ہوجاتی تو قبائلی اپنے بالوں کی قربانی دیتے اور یہ بال خوش بختی کے لئے ارجن کے درخت کے نیچے دفن کئے جاتے تھے۔ کیا ڈگا کے باپ نے نہیں بتایا تھا کہ اس پیڑ میں دوا کے اجزا بھی ہیں۔

پیتامبر نشے میں چلایا۔' بادھنا جاگرن کے موقع پر گائے کے ناچ کے لئے یہاں سنتھالی قبائلی بھی آتے ہیں۔ کیسی ناخوش گوار صورت ہے، پیڑ کاٹو جیل جاؤ۔ اگر پیڑ نہیں کاٹو تو بھی جیل جاؤ شابر کیا کرے؟ باندھی کا یہ خوش حال گاؤں وہیں بسا ہوا ہے جہاں پہلے جنگل تھا لہذا اب یہ محکمۂ جنگلات کے تحت آتا ہے۔ لیکن کیا واقعتاً اس پر شابروں کا کوئی حق نہیں تھا۔

بہت دیر سوچنے کے بعد ڈگا نے کہا۔'صرف ہم ہی لوگ کیوں الزام اپنے اوپر لیں؟ صرف شابر ہی کیوں جھوٹے مقدمے میں پھنسائے جائیں؟ میں سب کو بتاتا ہوں بہ ہر حال وہ لوگ بھی ارجن کا احترام کرتے ہیں۔ تم لوگ کیا کہتے ہو؟'

کسے معلوم ہے کہ اس چوراہے پر ارجن کب سے کھڑا ہے ان برسوں میں کسی نے اس پر غور نہیں کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ پیڑ نامعلوم زمانے سے ہے اور یہ ہمیشہ رہے گا۔ لیکن اب بالکل اچانک یہ سب کے لئے بہت اہم ہوگیا ہے جیسے یہ ان کے وجود کی علامت ہو۔

محکمۂ جنگلات نہ صرف جنگلوں کی دیکھ بھال کرتا تھا بلکہ بنجر زمین کا بھی انتظام کرتا تھا۔ لہذا شابر کہاں جاتے۔ بس وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ مارے مارے پھرنے لگے۔ جہاں کہیں بھی انہیں جنگل کی زمین سرسبز نظر آتی وہ وہیں بس جاتے۔ اس کے بعد جنگل تیزی سے ختم ہونے لگے۔ بنجر زمین بھی فروخت کی جانے لگی۔ ایک بار پھر شابر بے گھر ہوگئے۔

ارجن کا درخت جب جوان تھا تو شابر شکار پر جانے سے پہلے یہاں آکر دعائیں مانگتے تھے۔ بلوغت کو پہنچے

وہ تڑپتا ہے کہ وہ کس طرح سن لے
اس کا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے
اس کے اپنے سفر در سفر کی تمام آوازیں
جو اس نے طے کئے تھے
ان تیس برسوں کے درمیان
اس کی جنتوں اور دوزخوں کے بارے میں جاننے کے لئے
سونگھتے اور چھوتے ہوئے

لیکن ان کے درمیان اب ایک سمندر حائل ہے
وقت کی نقش گری کے اثرات کو اس پر غور سے دیکھتے
اپنی آواز کو جھال دار کرتے ہوئے
وہ پوچھتا ہے بے رخی سے
'کیا تم خوش و خرم نہیں؟'
اس پر وقت کی خراشوں کو دیکھتے ہوئے
وہ جواب دیتی ہے
'ہاں'

اپنے اپنے تابوت میں پڑی
دو لاشوں کی طرح کوشش کرتی
ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی
ان کے گلے رندھ جاتے ہیں

'آپ اسے لے کیسے جائیں گے؟'

'رام بابو کے ٹرک سے اور کس سے؟'

ایسا لگ رہا تھا کہ بالکل صاف آسمان، پاکیزہ ٹھنڈی ہوا اور سنتوشی ماں کے بھجنوں کی آوازیں بشال مہتو کو سچ بولنے کی ترغیب دے رہی تھیں۔ کیسٹ پلیرس سے بھجنوں کی تیز آوازیں آرہی تھیں۔

یہ ایک ایسی طلسماتی گھڑی تھی جب دن ختم ہو رہا تھا اور جھٹپٹا تاریکی کے آغوش میں سما چکا تھا۔ ہوا باندھی کے کھیتوں کے پکے ہوئے دھان کی خوشبو بکھیر رہی تھی لیکن کیتو اس سے غافل تھا۔ مہتو کی فرمائش نے اس کے ہوش اڑا دیئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا گیا ہو۔ کچھ ایسا ہی چندر سنتال نے بھی محسوس کیا ہوگا جب 'فصل انقلاب' کے دوران گرا کر اس کے سینے پر نصف من کا باٹ رکھ دیا گیا تھا۔ وہ وزن..... دہشت انگیز.....

بشال مہتو اور رام ہلدر دو مختلف جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے مگر صرف نام کے لئے یہ لوگ دو الگ پارٹیوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ ایک پنچایت چلاتا تھا اور دوسرے کا لکڑی چیرنے کا کارخانہ تھا جو ضلع کی سرحدوں کے ٹھیک باہر تھا اگر ایک ارجن کو کوٹنے کا حکم دیتا تو دوسرا اسے لے جانے کا خوشی خوشی انتظام کرتا۔

ہائے، اس درخت کو نہیں بچایا جا سکے گا۔ عہدِ زمین داری کے باندھی جنگلوں کی یہ آخری نشانی تھی۔ اب بھی اس سے کیتو اور اس کے دوستوں کے ذہن میں ماضی کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

جب جنگل محض نام کے جنگل نہیں تھے تو شابر قبیلہ جنگلوں میں رہتا تھا وہ دن کب کے گزر چکے تھے کہ جب کسی اجنبی کی آواز یا اسے آتا ہوا دیکھ کر وہ خرگوشوں کی طرح گہرے اندھیرے کی طرف دوڑ جاتے تھے کیا اسی وجہ سے مردم شماری کے ریکارڈ میں ان کا اندراج کھیدیا شابر قبیلے کے طور پر کیا گیا تھا؟

قبیلے کے معمر لوگ اب بھی ارجن کے درخت کا احترام کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ الوہیت کا مظہر ہے۔ اب کیتو اس کی موت کا ذمہ دار ہوگا!

'ہاں بابو، میں اسے کاٹ دوں گا۔' کیتو شابر نے جواب دیا۔ اس نے دس روپے کے لئے ہاتھ پھیلائے۔ یہ کس قدر حیرت انگیز شام تھی اسے وہی کچھ مل گیا جو اس نے مانگا تھا۔

'جاؤ، جا کر شراب پیو۔' مہتو نے کہا۔ 'تم خود اکیلے یہ کام نہیں کر سکتے ہو، لہٰذا جیل سے رہا ہونے والے

ریکارڈ ان کے نام تھا۔

اب بشال مہتو کیتو کے جذبۂ تجسس کو بیدار کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ الیکشن ہونے والے تھے۔ بشال بابو جلسوں میں شرکت کرنے اور تقریر کرنے میں مشغول تھے۔ اگر یہ کام ووٹوں سے متعلق نہیں ہے تو پھر اس کی نوعیت کیا ہے؟ جو کچھ بھی ہوگا یقیناً مشتبہ ہی ہوگا۔

'تمہیں ارجن کا درخت کاٹنا ہوگا۔' بشال نے کہا۔

'کیوں بابو؟' کیتو نے حیرت ظاہر کی۔

'بس وہی کرو جو میں کر رہا ہوں۔'

'دیا کیجئے بابو، میں ابھی جیل سے باہر آیا ہوں۔'

'اگر میں تمہیں وہاں واپس بھیجنا چاہوں تو کیا تم اسے روک سکتے ہو؟' بشال مہتو نے سوال کیا۔

'نہیں، بابو۔'

'یہ کام رام ہلدر کے معاہدوں کی طرح کا نہیں ہے۔ محض اس کی غیر قانونی سرگرمیوں کے باعث تمہیں جیل جانا پڑا تھا۔ اگر میں سرکاری سڑک کے چوراہے پر موجود درخت کو ہٹانے کا حکم دوں تو تمہیں کون گرفتار کرنے کی جرأت کرے گا۔'

کیتو کا دماغ ماؤف ہوگیا۔ اس نے اس بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا مگر یہ بالکل سچ تھا۔ رام ہلدر کے لئے کام کیا تو جلد ہی پکڑے گئے۔ اس کا مطلب پھر جیل جانا ہوتا ہے مگر بشال بابو کا حکم ہی قانون ہے۔ واقعتاً وہی حکومت چلاتے ہیں لہٰذا اگر سرکاری سڑک پر ان کی ہدایت کے تحت وہ سایہ دار درخت نہ رہے تو ہمیں کون جیل بھیجے گا؟

معاً کیتو کے ذہن میں ایک خیال کوندا۔ 'ووٹ پکے کرنے کے لئے اس بار کیا بابو آپ سڑک بنوا رہے ہیں؟'

'پکی سڑک یہاں، کیتو ضرور تمہارا دماغ پھر گیا ہے۔ ۳۰ سال سے ایسا نہیں ہوا ہے۔ اس بار بھی نہیں ہوگا۔ نہیں مجھے درخت کی ضرورت ہے۔'

'ایک توانا درخت؟'

'ہاں، ارجن کا پورا درخت۔'

دلال، چٹانوں اور ان پر کھڑے درختوں کا
ناقابل برداشت بوجھ اٹھانے سے قاصر
وہ چلے جاتے ہیں، بہتے ہوئے ایک دوسرے سے دور
ان کے درمیان رہ جاتا ہے
صرف سمندر

مختصر سوالات

1. زیرِ نصاب نظم میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟ مختصراً بیان کیجیے۔
2. زیرِ نصاب نظم 'وہ ملاقات' کس زبان کی نظم ہے؟
3. زیرِ نصاب نظم 'وہ ملاقات' کے شاعر اور مترجم کا نام لکھیے۔
4. ملیالم کس صوبے کی زبان ہے؟ اور یہ صوبہ کہاں واقع ہے؟

طویل سوالات

1. زیرِ نصاب نظم 'وہ ملاقات' کا خلاصہ پیش کیجیے۔
2. آپ کے نصاب میں کون کون سی علاقائی زبانوں کے ترجمے شامل ہیں؟ ان کی ایک فہرست بنائیے۔
3. زیرِ نصاب نظم کا مرکزی خیال پیش کیجیے۔

سب افراد کو جمع کرو۔ میں تم سب کا خیال رکھوں گا۔'

رام ہلدر کا دھندا ایک دو درختوں سے ختم نہیں ہوتا۔ پہلے اس نے 'جنگل بچاؤ' کے پوسٹر لگائے اور پھر جنگلوں کو برباد کیا۔ کلہاڑی اٹھانے والے ہاتھوں کو ٹارچ، کلائی کی گھڑیاں، چمکتے ہوئے ریڈیو، کیسٹ پلیر، سائیکلیں اور بے اختیار مقدار میں شراب بہ طور انعام دی گئی۔ ہر شخص کو اس کی صلاحیت اور اہلیت کے اعتبار سے نوازا گیا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شابر قبیلے کے افراد کو، خواہ وہ مجرم ہوں یا بے گناہ، محکمہ جنگلات اور پولس کے ہاتھوں مسلسل ایذا رسانی برداشت کرنا پڑی۔

مہتو کی پیش کش بہت امید افزا تھی۔ اس کے سوا اور کون ایسی پرکشش پیش کش کرسکتا تھا۔

'بہت اچھا، میں اب قصبے میں جاتا ہوں۔ ایک جلسے کے لئے مجھے بہ ہرصورت کچھ پوسٹر چاہئیں۔ روئے زمین پر کون ایسا ہے جو دیواری پوسٹروں کے بغیر مہم چلاسکتا ہے؟'

'بابو میرے لئے بھی کچھ پوسٹر لینا۔'

'کیوں، کیا انہیں لگانے کے لئے تمہارے پاس کوئی دیوار ہے؟'

'نہیں، نہیں، بابو، میں سوتے وقت انہیں فرش پر بچھالوں گا اور تب میری ہڈیوں کو ٹھنڈک نہیں محسوس ہوگی۔'

'اچھا، اچھا، دیکھو تم دو، تین دن میں درخت کاٹ دینا، میں واپسی پر اسے ہٹوادوں گا۔'

'ارجن کا درخت بابو؟'

'ہاں، ہاں، وہی۔ یقیناً اس کا کٹنا ایک مہاپاترا یعنی ایک پاکیزہ وجود کی موت ہوگی۔'

ٹوپی سے چہرہ ڈھکے اور سوئیٹر پہنے ہوئے مہتو بڑبڑاتا ہوا کہرآلود اندھیرے میں روپوش ہوگیا۔

کیتو گہری سوچ میں پڑ گیا۔ وہ اپنے دوستوں بنامالی، ڈگا اور پیتامبر کی تلاش میں نکلا کہ شاید وہ اس مسئلے کو حل کرسکیں۔

انہوں نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا کہ اس کے پاس شراب تھی۔ یہ سب کلہاڑیاں چلاتے تھے اور یہ لوگ ابھی جیل سے باہر آئے تھے۔ جو بھی کلہاڑی چلاتا، اسے جیل جانا ہوتا، یہ ملک کا قانون تھا۔ یہ اسی طرح تھا جس طرح سمجھا جاتا تھا کہ رام ہلدر پردلیا اور بانکورا میں عالی شان حویلیاں بنائے گا۔ یہی مقدر تھا لہٰذا وہ اشیا کا نظم بدلنے کے لئے کیا کرسکتے تھے۔

ملیالم نظم : کے۔ سچیدانند

مترجم: اسلم مرزا

وہ ملاقات

تیس برسوں کے بعد ملاقات ہونے پر بھی
ایک شخص شناخت کر سکتا ہے
اپنی سب سے اولین محبوبہ
جیسے وہ پہچانتا ہوگاؤں کا اپنا قدیم مکان
کئی جدید کاریوں کے باوجود
جیسے وہ پہچانتا ہے پہاڑی پر پھیلا بیابان
اس کے باوجود کہ وہ بھر چکا ہے
عمارات اور شور و غوغا سے
جیسے یاد کرنا وہ جگہ جہاں کہ کوئی کھڑا تھا
اسکول کے ایک پرانے 'گروپ فوٹو' میں
جسے روپہلی دیمک چٹ کر گئی
وہ کوشش کرتا ہے اپنے ذہن میں
اس جگہ کا محل وقوع طے کرنے کی
جہاں پہلی ملاقات ہوتی تھی
ایک تہوار دھومیں مچانے لگتا ہے اس کے ذہن میں
لیکن ڈھول کی آوازیں
مندر کی دیواروں سے باہر نہیں آتیں

کر یہ درخت کتنا شاندار ہوگیا ہے۔ چمکدار چھال اور آسمان چھوٹی ٹہنی رات میں چاندنی اور درخت بالکل ایک نظر آتے تھے۔ چیت اور بیساکھ میں اس کے پتے سایہ فراہم کرتے تھے۔ یہ درخت ان کے لئے بہت کچھ تھا۔ چوراہے پر ارجن درخت.....

کب سے ارجن ہماری حفاظت کر رہا ہے، پیتامبر نے پوچھا۔ 'یہ ایک درخت ہمارے لئے یعنی چند کنبوں کے لئے پورا جنگل ہے۔ اب مہتو یہی درخت چاہتا ہے؟'

'ہم کیا کر سکتے ہیں، ہر چیز بشال بابو اور رام بابو کی ہے۔'

'ہم لوگوں نے جب جھونپڑیاں نہیں بنائی تھیں، ہم اسی ارجن کے نیچے رہتے تھے۔ بعد میں مہتو نے جھونپڑیاں ڈالنے کے لئے زمین دی تھی۔' پیتامبر نے کہا۔

ڈگا نے لقمہ دیا۔ 'جب ہلدر نے سنتھالیوں کی جھونپڑیاں جلادی تھیں تو یہ لوگ خود کو ڈھارس بندھانے اور اپنا تحفظ کرنے کے لئے یہاں نہیں آئے تھے؟

سب ایک ایک کر کے ارجن سے متعلق کہانیاں یاد کرنے لگے۔ سب کو یہ محسوس ہوا کہ ان کی زندگی اور قسمت ناگزیر طور پر ارجن سے وابستہ ہے۔ معاشرہ اور نظام نے روئے زمین پر بچے ہوئے مٹھی بھر قبائیلیوں کو مسلسل اذیتیں دی ہیں، ان کا استحصال کیا ہے اور ان کو تقریباً صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ اب یہی ارجن کے درخت کے مقدر میں لکھا تھا جو اس کے وجود کی آخری خاموش علامت ہے۔

'بشال بابو قصبہ جا رہے ہیں اور ان کے جانے سے پہلے ہم ان سے نقد رقم وصول کر لیں۔' ڈگا نے کہا۔

'پھر تم درخت کاٹو گے؟'

'اس کام کے لئے پانچ آدمی کافی ہوں گے۔ ہم سو روپے مانگیں؟ تمہارا کیا خیال ہے؟'

'تمہیں جیل جانا پڑ سکتا ہے؟'

مسلسل جیل جانے اور معاشرے کے ہاتھوں مستقل استحصال نے شابروں کو اپنے سچے جذبات اور ارادوں پر پردہ ڈالنا سکھا دیا تھا۔ دنیا کے مہتوؤں کے سامنے ایک چہرہ رہتا اور دوسرا ہمیشہ چھپا رہتا۔ انگریزوں کے دور میں شابر قبیلہ ہی ایسا تھا جس کو پولس تھانوں اور چوکیوں کو جلانے کی ذمہ داری سونپی جاتی تھی۔ آج بھی بابو ان پر اعتبار کرتے۔ اب بھی یہی شابر تھے جو زمینوں پر قبضہ کرنے، فصل چرانے، لاشوں کو ٹھکانے لگانے اور حکومت کے

میخانہ گیتی میں حوران ظلمت اور مقدر کی پریوں کے سنگ
بیٹھتا ہوں
اور تنہائیوں کی خاموش ندیوں میں بہتا رہتا ہوں
یاد کے دریچوں میں جب جھانکتا ہوں
بیتے زخمی دن شہنشاہ کی مانند سجے سجائے
جنہیں لہولہان تاجپوشی عطا ہوتی ہے
کیوں ہر درد میرے سینے میں پناہ تلاش کرتا ہے
راہ گذر حیات پر
غم و مسرت میں کوئی فرق نہیں
جس نے موت سے سمجھوتہ کرلیا ہو
وہ کسی عفریت سے کیوں ڈرے
اس کے لئے یہ سب کچھ
ایک کھیل ہے
جوں جوں زندگی کے نقوش پا پر چلتا ہوں
میں خود کو وقت کی مضبوط گرفت میں
پابہ زنجیر پاتا ہوں
تباہی آنکھوں دیکھی تاریخ کے اوراق میں در آتی ہے
یہاں، انسان انسانیت کا خون کرتا ہے
زہر رگوں میں دوڑ رہا ہے
میں یہ بوجھ شانوں پر سہار کر
جب چٹان پر چڑھتا ہوں

خدا یہ لوگ گاؤں میں کب تک ایک باقاعدہ سڑک بنائیں گے؟ ٹینگ ساہی؟ پھلکا؟ ندی نالے اور اس کے بعد نیچے بانس کا پل اس کے بعد غیر ہموار سڑکوں اور پھسلنے والی پگڈنڈیوں پر مشتمل اذیت ناک راستہ۔

گاؤں کے نزدیک پہنچتے ہی ان کو چکر آ گیا۔

گہرے نیلے آسمان کے عقب میں ارجن کا شاندار درخت سر اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ایک پہریدار کی طرح پہرے کی اونچی چوکی سے گاؤں کی نگہبانی کر رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اس زمین پر چتے والے سینکڑوں سنتری کھڑے رہتے تھے۔ ایک ایک کر کے یہ سب ختم ہو گئے، ان کا کوئی نشان بھی باقی نہیں بچا تھا۔ اب صرف ارجن باقی بچا تھا جو اس تباہ حال، نظر انداز اور ذلیل کیے گئے زمین کے اس ٹکڑے کی نگہبانی کر رہا تھا۔

لاشعوری طور پر بشال مہتو کے ذہن میں ایک پرانی کہاوت تازہ ہو گئی۔ 'ارجن کی پتیاں انسان کی زبان کی طرح ہیں۔'

ہر طرف سے ڈھول، تاشے اور نگاڑے کی آوازیں گونجنے لگیں۔ مشتعل بشال مہتو تیزی سے گاؤں کی طرف چلے۔ ارجن کے درخت کے پاس بہت بڑا مجمع تھا۔ اس کا تنا آکوندو کے ہاروں سے لدا ہوا تھا۔

ہلدر سائیکل پکڑے مجمع کے سرے پر کھڑا ہوا تھا۔

'کیا ہوا؟' مہتو نے پوچھا۔

'گرام دیوتا نے ان سے یہ سب کرایا ہے۔' ہلدر نے جواب دیا۔

'کیا کون حرامزادہ یہ کہہ رہا ہے؟'

ڈگا نے خواب دیکھا تھا ایسا لگتا ہے۔ تم نے اسے خواب میں پیسے دیئے اور تنے کے گرد پختہ ہالہ بنانے کی ہدایت دی۔ تمام قبائلی، سنتھال، گھیدیا، شونش اور بھومج سب یہاں جمع ہو گئے ہیں اور چڑھاوا چڑھا رہے ہیں۔

'گرام دیوتا کے لئے۔'

'ہاں بھیڑ تو کبھی ایسی نہیں رہی تھی۔ یہاں عملاً میلہ لگا ہوا ہے۔ ہم ان لوگوں کو بے وقوف سمجھتے تھے۔ مگر انہوں نے ہم لوگوں کو بیوقوف بنا دیا مہتو۔'

اپنی شکست کا پوری طرح اندازہ کرنے کے لئے بشال آگے بڑھا۔

'کتنا بڑا مجمع ہے۔ کیتو ڈھولک کی تھاپ پر دیوانوں کی طرح ناچ رہا ہے۔'

یا پھر گاڑھی سیاہ موت کا مبہم خوف؟
ابر سیہ کو چاؤ سے تکتے مور کی طرح
موت اور بچے کے دل ہیں شائق بے تاب
بچے کی گرمی کی چھٹی ختم ہوئی
اور یہ سمجھ لینے کی ساعت آ پہنچی
کہ اس دنیا کی ہر نذت فانی ہے
برکھا کی رت آئی ہے اور موت ابھی
بھٹک رہی ہے پردیشوں میں چھٹی پر
گویا زیست کو چین نہیں ہے، بے تاب ہے وہ
بارش کے ملہار میں گم ہو جانے کو
بارش کی ساعت میں در آتے ہیں
راہ گم کردہ تتلیوں کی طرح خواب

مختصر سوالات

1. اڑیا شاعری کے بارے میں اپنی مختصر معلومات ظاہر کیجئے۔
2. ترجمہ کے فن سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجئے۔
3. اس نظم کا شاعر کون ہے اور ان کا تعلق کس صوبے سے ہے؟

طویل سوالات

1. اڑیا شاعری کی خاصیت اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمہ پر اظہار خیال کیجئے۔
2. نظم 'بارش کی ایک صبح' کا خلاصہ لکھئے۔
3. مترادف الفاظ لکھئے:
رنج، عیش، خوش، حکمت، دولت

خالی صندوق

اتنا سویرے تو یہاں کوئی بیدار نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ لوگ بھی نہیں جو شمشان گھاٹ کے اردگرد آباد ہو گئے تھے۔ بس ترادوئی کی جھونپڑی کے سامنے ہیزی کے درخت سے بلبلوں کے چہکنے کی آواز آرہی تھی اور شمشان گھاٹ سے جلے ہوئے مردوں کے جسم کی بدبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔

ترادوئی جیسے ہی اپنی جھونپڑی سے باہر آئی، اس نے دیکھا کہ شمشان گھاٹ پر لکڑی بیچنے والا ہمیر ہیزی کے درخت کے نیچے کھڑا ہے۔ اس کی پتلی پتلی ٹانگیں اس کی کالی ہاف پینٹ سے جھانک رہی تھیں۔

ترادوئی اچانک اپنی جھونپڑی کے اندر چلی گئی اور اپنے آپ ہی کچھ بڑبڑانے لگی۔ 'اب کیا بچ گیا ہے اس بدن پر جو تم پھر چلے آئے ہو، مجھے امن چین سے کیوں نہیں رہنے دیتے؟'

اسے ہمیر کے کچھ الفاظ اب بھی اچھی طرح یاد تھے، 'تمہارے اس شرابی کو جیل سے چھوٹ کر آنے میں بہت وقت لگے گا، وہ بھی اگر چھوٹ گیا تب، آخر اس نے ایک نہیں، دو آدمیوں کو کچل ڈالا تھا۔ اب ثابت ہو گیا ہے کہ وہ شراب پی کر گاڑی چلا رہا تھا۔ میں یہاں ہوں نا! تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں، ہر طرح سے مدد کروں گا۔ بس رات کو اپنی جھونپڑی کا دروازہ کھلا رکھنا۔ تمہارے دونوں چھوٹے بچوں کو بھوک سے مرنے نہیں دوں گا۔'

تبھی سے اس امید میں کہ ترادوئی کا دروازہ اسے کھلا ملے گا، وہ پو پھٹنے سے پہلے ہی ہیزی کے درخت کے نیچے آکر کھڑا ہو جاتا تھا۔ ترادوئی ایک بار پھر اپنی جھونپڑی سے باہر آئی اور چاروں طرف دیکھنے لگی لیکن ہمیر کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہ شخص ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو چھپ کر اس کے یہاں پڑے ہوئے لکڑی کے صندوق کو دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ صندوق اسے شمشان گھاٹ کی غلاظت کے ملبہ سے ملا تھا۔ ترادوئی چاروں طرف غور سے دیکھتی رہی۔ کیا اب کوئی وہاں تانک جھانک کرنے والا نہیں ہے؟ یہ کس طرح کے لوگ ہیں جو بھوک سے بدحال کتوں کی طرح ایک دوسرے کو سونگھتے پھرتے ہیں! بے شرم حرامی! ان کا بس چلے تو کسی کے تن

مختصر سوالات

1. زیر نصاب مراٹھی نظم کا ترجمہ کس نے کیا اور کس عنوان سے کیا؟
2. نظم 'دیئے' سے چار مصرعے اپنی یاد سے لکھئے۔
3. ترجمہ نگاری پر پانچ جملے لکھئے۔
4. مراٹھی شاعری کا تعلق کس صوبہ سے ہے۔ یہ صوبہ ہندوستان کے کس حصہ میں ہے؟

طویل سوالات

1. نظم 'دیئے' کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھئے۔
2. زیر نصاب نظم 'دیئے' کا تنقیدی جائزہ لیجئے۔

اچانک اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر اس کالے بڑے نقاشی والے صندوق کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے صندوق کو مس کیا، اس کا طواف کیا اور پھر اپنے رومال سے اپنی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسو کے قطروں کو سمیٹنے لگا۔ پھر اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا، مجھے ایک گلاس پانی دو۔ دوگی؟

پانی پی کر سر جھکائے ہوئے بولا کہ چھوٹے کنور کی لاش اسی صندوق میں یہاں تک آئی تھی۔ ان کے گھر والوں کے ساتھ میں بھی یہاں تک آیا تھا۔ یہی وہ صندوق ہے، بالکل وہی۔'

پھر ترادوئی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا، 'ایسا مت سوچو کہ مجھے یاد نہیں کہ تم ان کے یہاں کام کرتی تھیں۔ تم نے چھوٹے کنور کے والد کی بیماری کے دوران کافی خدمت کی تھی۔ خون اور مواد کے کپڑوں کو دھوتی اور ان کے بستر کو روز تم صاف کرتی تھی۔'

'اور چھوٹے کنور! وہ تمہیں کتنا مانتے تھے۔ کیا اس وقت وہ تم سے شادی کرنے پر تلے ہوئے نہیں تھے۔ اس بات کو لے کر ٹھاکر خاندان میں کتنا ہنگامہ ہوا۔ اچانک ان کا تبادلہ آسام ہو گیا اور پھر یہ حادثہ!'

ترادوئی کے منہ سے اچانک نکلا۔ 'ان کی موت کیسے ہوئی؟'

'جیپ سے! کیا جسم تھا ان کا، خون سے لت پت برف کے ٹکڑوں پر اسی کالے صندوق میں ان کو رکھا گیا۔ ان کی لاش کو صندوق سے نکال کر چتا پر رکھنے میں مدد کیا تھا میں نے۔'

اچانک سومیشور تن کر کھڑا ہو گیا اور زور زور سے بولنے لگا، 'ترادوئی، وہ دن چلے گئے جب صاحب لوگ مزدوروں کی بیٹیوں سے شادی کرتے تھے، چھوٹے کنور نے قسم کھائی تھی کہ وہ تم سے شادی کریں گے۔'

تم ابھی بھی ویسی ہی بیوقوف ہو جیسے پہلے تھی۔ تم نے چھوٹے کنور کو اپنا سب کچھ دے ڈالا تھا۔ میں پولس میں کام کرتا ہوں، میں نے سب کچھ سن رکھا تھا اور اب سارے ثبوت کے ساتھ آیا ہوں۔'

سومیشور نے اپنی جیب سے چند خطوط کا بنڈل نکال کر ترادوئی کے منہ پر پھینکا۔ 'لو اسے سنبھال کر رکھو، یہ چھوٹے کنور کی شادی کے کارڈ ہیں۔ تمہاری خاطر کیا وہ تمام عمر کنوارے رہتے؟ دراصل شادی کر کے لوٹ رہے تھے، تبھی یہ حادثہ ہوا۔ اب تم ان کی روح کی شانتی کے لئے دعا کرو۔'

سومیشور اپنی جیب سے کچھ سکے نکال کر بچوں کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے جدھر سے آیا تھا، لوٹ گیا۔ بھوکے بچے فوراً قریب کی دکان کی طرف لپک پڑے۔

اپنی قبر سے اٹھو
اور عشق کی کتاب کا
کوئی نیا ورق کھولو

ہر گلے سے گیت ٹوٹ گیا
ہر چرخے کا دھاگا ٹوٹ گیا
سہیلیاں ایک دوسرے سے بچھڑ گئیں
چرخوں کی محفل ویران ہو گئیں
وارث شاہ! میں تم سے کہتی ہوں
اپنی قبر سے اٹھو
اور عشق کی کتاب کا
کوئی نیا ورق کھولو

مختصر سوالات

1. زیرِ نصاب نظم کے آخری بند کو زبانی لکھیے۔
2. شاعرہ نے وارث شاہ کو کیوں یاد کیا؟
3. پنجاب کی پانچ ندیوں کے نام لکھیے۔

طویل سوالات

1. وطنی شاعری پر ایک مضمون لکھیے۔
2. زیرِ نصاب نظم وارث شاہ کا خلاصہ لکھیے۔
3. تقسیم ہند کے موقع پر سرزمین پنجاب میں کشت وخون کا جو بازار گرم رہا، اس کا مختصر خاکہ پیش کیجیے۔
4. شاعرہ اس نظم کے ذریعہ درویش وارث شاہ سے کیا چاہتی ہیں؟

10. تراودوئی کے منہ پر اس کے بھائی نے کیا پھینکا؟

تفصیلی سوالات

1. لکڑی بیچنے والا ہمیر روز صبح سویرے تراودوئی کی جھونپڑی کے سامنے ہیبتری کے درخت کے نیچے آ کر کیوں کھڑا ہو جاتا تھا؟
2. سیاہ رنگ کے خالی صندوق سے تراودوئی کو کیوں وابستگی تھی؟
3. تراودوئی کا بھائی چھوٹے کنور کی شادی کا کارڈ تراودوئی کے منہ پر پھینک کر کیا بتانا چاہتا تھا؟
4. خالی صندوق کو تراودوئی اور اس کے بچوں نے کیوں جلا کر راکھ کر دیا؟

کے ہاتھ!!

مختصر سوالات

1. مدھوکانت کے کردار پر مختصراً روشنی ڈالیے۔
2. چھچھو لال داس کون تھے۔ وضاحت کیجیے۔
3. درج ذیل الفاظ سے جملے بنائیے:

چٹھی، بستر مرگ، سسرال، یک زبان، قوت برداشت، حریف

تفصیلی سوالات

1. میتھلی افسانہ نگاری سے اپنی واقفیت ظاہر کیجیے۔
2. افسانہ 'انگریزیا بابو' کا مرکزی خیال پیش کیجیے۔
3. مدھوکانت بابو کے کردار سے کیا سبق ملتا ہے؟

پچھلا بقایا بھی چکا دیں گے۔'

داس جی متفکر ہو کر بولے، 'میس کی مالی حالت تو بہت اچھی نہیں ہے اور آپ کو بھی سخت ضرورت آن پڑی ہے۔ روپیہ لے جایئے لیکن کل ہی میس کا حساب چکتا کرنا پڑے گا۔'

مدھوکانت نے روپیہ لے کر اپنے فرنچ کٹ مونچھ پر تاؤ پھیرتے ہوئے فینسی اسٹور کا راستہ پکڑا اور اپنی پسند کی ہوئی چیز خرید لی۔ لیکن جب خریدی گئی ساڑی اور دوسری چیزوں کو وہ بکس میں رکھنے لگے تو یکا یک انہوں نے سوچا کہ سسرال سے ملا ہوا سوٹ کیس سسرال لے جانا ٹھیک نہیں ہوگا۔ نرمدیشور جھا کا لیدر والا سوٹ کیس مانگ کر لے جانا چاہئے۔

مدھوکانت بابو نے لیدر والا سوٹ کیس تو حاصل کر لیا لیکن اس کے اوپر این۔ جھا لکھا دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا۔ پھر من ہی من میں اس کا حل بھی انہوں نے ڈھونڈ لیا کہ 'ایم' اور 'این' میں معمولی فرق ہوتا ہے، اگر کوئی پوچھے گا تو کہہ دیں گے کہ 'ایم' کا آخری حصہ مٹ جانے سے ایسا ہو گیا ہے۔

اب فوراً ہی مدھوکانت بابو کا دھیان کلائی گھڑی کی طرف گیا۔ یہ گھڑی بھی تو سسرال ہی سے ملی تھی۔ انہوں نے سوچا، سب سے بہترین ڈیزائین کی گھڑی سریش کے پاس ہے۔ کیا وہ ایک آدھ دن کے لئے ہم سے ادلا بدلی نہیں کرے گا؟' مدھوکانت بابو کا یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

اب مدھوکانت بابو سوچنے لگے کہ اگر کسی کا گراموفون مل جاتا تو سسرال لے جاتے۔ 'ہائے ہائے! اگر ہولی کے موقع پر سسرال میں گراموفون نہیں تو سمجھو کچھ بھی نہیں۔'

مدھوکانت بابو دوڑے ہوئے برنداون بہاری کے گھر گئے اور کہا، 'ہمارے گاؤں پر کل ہی ہمارے بھتیجہ کی ..... تقریب ہے صرف دو دن کے لئے اپنا گراموفون دے دیجئے۔ میں بہ حفاظت اسے آپ کو واپس کر دوں گا۔'

برنداون بہاری نے جواب دیا، 'لے جایئے، لیکن اسے اپنے چارج میں رکھئے گا۔ ریکارڈس دیکھئے جو پسند ہو چھانٹ لیجئے۔'

'اندھا چاہے دو آنکھ' مدھوکانت بابو نے چن چن کر ایک سے ایک۔ رسیلے ریکارڈس الگ کر لئے۔

اب مدھوکانت بابو سسرال جانے کے لئے پوری طرح سج دھج کر تیار تصوراتی دنیا میں کھو گئے۔ وہ سوچنے لگے، 'اس گراموفون کے چاروں طرف۔ ہماری سسرال کی دوشیزائیں، خواتین، سالیاں، بڑی سالیاں اور بیوی کی

صاحب بہادر اسے کھینچے ہوئے لے چلے۔ یکہ بان بولا۔ 'ٹھیک ہے لے چلئے، ہم نے کیا جان بوجھ کر یکہ الٹایا ہے۔ آپ نے ہی تو جوتا کا ایڑا مارا تھا، ہماری تو پونجی بھی چوپٹ ہوگئی۔'

صاحب بہادر نے دہاڑتے ہوئے یکہ بان سے گراموفون اور سوٹ کیس اٹھا کر لے چلنے کو کہا۔

اب یکہ بان بھی اڑ گیا۔ بولا۔ 'ہم قلی نہیں ہیں جو سامان ڈھوئیں گے۔'

صاحب بہادر نے اسے 'ڈیم فل' کہتے ہوئے ایک بوٹ لگایا۔ اب یکہ بان کو بھی تاڑی کا نشہ زور مارنے لگا۔ اس نے بھی لپک کر صاحب بہادر کا ٹائی سمیت گردن پکڑ لی۔ صاحب بہادر نے یکہ بان کی طاقت محسوس کر کے شور مچانا مناسب نہیں سمجھا۔ آس پاس میں کوئی گاؤں بھی نہ تھا۔ نشہ میں دھت یکہ بان نے صاحب بہادر کو اس طرح دھکیلا کہ وہ چت گر پڑے۔ ان کے ٹوپ، چشمہ اور منگنی کی ہوئی گھڑی چور چور ہوگئی۔ یکہ بان وہاں سے کسی طرح فرار ہوگیا۔

جب صاحب بہادر کو ہوش آیا تو انہوں نے سوچا کہ اب سسرال کس طرح جائیں؟ سبھی چیزیں تو برباد ہوگئیں۔ وہ سوچنے لگے۔ سسرال کی دہلیز پر پہنچ کر ہمارے خواب کس طرح چکنا چور ہوگئے۔ جو سر چمیلی کے نرم و نازک ہاتھوں سے لمس کرتا وہ سر چھمیلی ساؤ کے سخت ہاتھوں کی نذر ہوگیا۔ ہاں، ان کے لئے ایک بات قابل اطمینان یہ تھی کہ اس حادثہ کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ اگر کوئی سسرال کا آدمی اس حالت میں دیکھ لیتا تو وہ کیا منہ دکھاتے؟ تب تو شرم سے مرجانا بہتر ہوتا۔ یہ سب سوچ کر وہ سہم اٹھے۔

یکا یک رات کے سناٹے میں کچھ دوری سے انہیں ایک آواز سنائی دی۔ یہ آواز نڈوآر والا کی تھی۔ مدھوکانت بابو کو کچھ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ فوراً انہوں نے ٹوٹے ہوئے اپنے انگریزی ٹوپ کو اٹھایا اور لنگڑاتے ہوئے قریب سڑک کے کنارے رہر کے کھیت میں جا چھپے۔

جب نڈوآر والا موقع پر پہنچا تو سڑک پر منتشر سامان اور ٹوٹے ہوئے گراموفون دیکھ کر رک گیا۔ ساتھ چل رہے بھریا کی طرف مخاطب ہوا۔ 'یہاں تو کوئی نہیں ہے پھر یہ سامان کس کا ہے؟ ذرا آواز لگاؤ!'

بھریا کے آواز لگانے پر کوئی جواب نہیں ملا۔ نڈوآر والا نے آگے بڑھ کر بھریا سے کہا۔ 'ایک سوٹ کیس بھی دیکھ رہا ہوں۔ شاید اس کا مالک ندی کی طرف گیا ہو۔ ہمیں تھوڑی دیر یہاں رک کر دیکھ لینا چاہئے۔'

لیکن کوئی نہیں آیا۔